

اس میں مجھے نقصان ہوگا تو وہ خود بولی دے کر مال کو اپنے قبضے میں یہ کہہ کر رکھ لے کہ یہ مال پھر دوسرے وقت میں نیلام ہوگا۔ نیز کیا وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ اپنے آدمی مقرر کر دے کہ وہ قیمت بڑھانے کے لئے بولی بولتے رہیں، یہاں تک کہ اس کے حسبِ مشال کی قیمت موصول ہو سکے۔

جواب:

(۱) نقد خریداری کی صورت میں زیادہ اور ادعا کی صورت میں کم کمیشن دینا میرے علم میں ناجائز نہیں ہے ایجنٹ (یا مالک) دوکانداروں کو مال فراہم کرتے وقت جو کمیشن دیتا ہے وہ دراصل اپنے منافع میں سے ایک حصہ اُس کو ادا کرتا ہے۔ اس حصے کو سودے کی نوعیت کے لحاظ سے کم کمیشن کرنے کا اسے حق ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی چیز سود سے مشابہ ہے۔ البتہ اگر ادعا کی مدت کے لحاظ سے کمیشن کی کمی کے درجے قائم کیے جائیں تو اس میں سود سے مشابہت پیدا ہو جاتی ہے۔

(۲) نیلام کرنے والے کے لئے یہ نو درست ہے کہ اگر کوئی مال بڑا تخی بولی نہیں آتی جس پر اپنا مال بیچنے کے لئے صاحبِ مال راضی ہو، تو وہ فروخت نہ کرے۔ لیکن اس کے لیے احوال کے اور فریب سے کام لینا مناسب نہیں ہے۔ اس کو کھلے بندوں یہ بات ظاہر کر دینی چاہیے کہ دوسرے لوگوں کا جو مال وہ نیلام کے ذریعے سے فروخت کر رہا ہے، یا خود اپنا خرید کیا ہوا جو مال وہ اس طریقے سے نکال رہا ہے، اس پر اگر کم سے کم مطلوبہ قیمت کی حد تک بولی نہ آئی تو وہ اس چیز کو فروخت نہ کرے گا۔ خریداروں میں اپنے آدمی بٹھا کر ان سے بولی دلوانا یا خود خریدارین کو بولی دینا فریب کاری ہے۔

(۱-م)

ایک نوجوان کے چند اہم سوالات

سوال:

(۱) ہمیں یہ کیونکر معلوم ہو کہ ہماری عبادت، خامیوں سے پاک ہے یا نہیں اور اسے قبولیت کا درجہ حاصل ہو رہا ہے یا نہیں؟ — قرآن وحدیث کے بعض ارشادات جیسا کہ مندرجہ ذیل ہے کہ

بہت سے لوگوں کو روزے میں بشوک پیاس کے سوکچہ حاصل نہیں ہوتا، بہت سے لوگ اپنی نمازوں سے رکوع و سجود کے علاوہ کچھ نہیں پاتے، یا یہ کہ جو کوئی اپنے عابد سمجھے جانے پر خوش ہو تو نہ صرف اس کی عبادت ضائع ہوگئی بلکہ وہ شرک ہوگئی، اور اس طرح سے دیگر تنبیہات جن میں عبادت کے لئے بے صدد ہو جانے اور سزا دہی کی خبر دی گئی ہے دل کو ناامید و مایوس کرتی ہیں۔

اگر کوئی شخص اپنی عبادت کو معلوم شدہ نقائص سے پاک کرنے کی کوشش کرے اور اپنی دانست میں کر بھی لے پھر بھی ممکن ہے کہ اس کی عبادت میں کوئی ایسا نقص رہ جائے جس کا اسے علم نہ ہو سکے اور یہی نقص اس کی عبادت کو لا حاصل بنادے۔ اسلام کا مزاج اس قدر نازک ہے کہ اپنی بشریت کے ہونے ہونے اس کے مقتضیات کو پورا کرنا ناممکن سا نظر آتا ہے۔

(۲) توجہ اور حضور قلب کی کمی کیا نماز کو بیکار بنا دیتی ہے؟ نماز کو اس خامی سے کیونکر پاک کیا جائے؟

ساری عربی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے نہایت بے حضوری قلب پیدا ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیے کیونکہ ہم سوچتے ایک زبان میں ہیں اور نماز دوسری زبان میں پڑھتے ہیں اگر آیات کے سوا لفظ سمجھ بھی لے جائیں تب بھی ذہن اپنی زبان میں سوچنے سے باز نہیں رہتا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف اُن اعمال کے صلہ کا وعدہ کیا گیا ہے جن کا تمام مقصد اور تمام محرک صرف اس کی خوشنودی و رضا کا حصول ہو مثلاً اگر کسی کی غربت و بے کسی پر رحم کھا کر ہم اس کی مدد کریں اور مدد کرنے میں اس کو ممنون کرنے یا اس سے آئندہ کوئی کام نکالنے یا کچھ لینے کا خیال نہ ہو بلکہ صرف اللہ کا واسطہ منظور ہو تو کیا یہ بھی شرک ہے؟ کیونکہ اس کے ساتھ سلوک کرنے کا ابتدائی محرک ہماری رقت قلب ہے جس طرح آپ کے نزدیک خدمت ملت میں اگر کہیں قومیت کا رنگ پیدا ہو جائے تو عبادت نہیں رہتی۔

(۴) پردہ پڑھنے سے کافی تشفی ہوتی لیکن اکثر مسائل ایسے ہیں جن کے بارے میں الجھاؤ رفع نہیں ہوتا۔

ایک ایسا شخص جیسے اس کے موجودہ حالات اور معاشی وسائل نکاح کرنے کی اجازت نہ دیں وہ آج کل کے زمانے میں کیونکر اپنی زندگی پاکبازی سے بسر کرے؟

میں نے اس کا جواب جس کسی سے بات کی، نفی میں پایا۔ ایک طرف موجودہ ماحول کی تہہ ہزنگیاں اور دوسری طرف چشم و گوش کی بھی حفاظت کا مطالبہ ناممکن العمل معلوم ہوتا ہے، کہاں آنکھیں میچھے اور کہاں کانوں میں انگلیاں دیچھے اور سمپر یہ کہ..... خیالات کی آمد کو کیونکر روکئے۔ اول تو ہم اپنے خیالات کی آمد و رفت پر کوئی اختیار نہیں رکھتے اور اگر اس کی کوشش بھی کی جائے تو ایک ذہنی انتشار کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا جو اور خراب کن ہے۔

سیلف کنٹرول (SELF-CONTROL) جن سازگار حالات میں قابل عمل ہو صرف انہیں حالات میں کارگر اور مفید ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسے ماحول میں جہاں ہر طرف ہر آنکھنگی کے فوج در فوج سامان ہوں اپنے آپ سے لڑنا اپنی شخصیت کے لئے ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ ایک صاحب جو میڈیکل سائنس میں اس سال ڈاکٹریٹ کی سند لے رہے ہیں کہتے ہیں کہ اس صورت میں نکاح جو کہ حاصل نہیں ہے، اس کے علاوہ، نیچرل طریق پر تشکیب خاطر حاصل کرنا ہی صرف اس ذہنی انتشار اور تذلیل نفس سے نجات دے سکتا ہے نفسیات کے ماہرین بھی یہی نظریہ رکھتے ہیں۔

کیا آپ بتائیں گے کہ بحالت مجبوری مذکورہ بالا رائے پر عمل پیرا ہو جانا کس حد تک گناہ ہے، اور اگر یہ سراسر گناہ ہے تو پھر ان حالات میں صحیح راستہ کیا ہوگا جو معقول اور قابل عمل ہو؟ امید ہے کہ آپ ان مسائل پر روشنی ڈالتے ہوئے نفسیات انسانی کے حقائق کی پوری رعایت فرمائیں گے۔

جواب:

(۱) اسلام کا فرائض بلاشبہ بہت نازک ہے، مگر اللہ تعالیٰ کسی انسان کو اس کی استطاعت سے زیادہ مشکل نہیں فرماتا قرآن و حدیث میں جن چیزوں کے متعلق ذکر کیا گیا ہے کہ وہ عبادات کو باطل یا بے وزن کر دینے والی ہیں ان کے ذکر سے دراصل عبادات کو مشکل بنانا مطلوب نہیں ہے، بلکہ انسان کو ان خرابیوں پر متنبہ کرنا

مقصود ہے تاکہ انسان اپنی عبادت کو ان سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے، اور عبادت میں وہ روح پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہو جو مقصود بالذات ہے۔ عبادت کی اصل روح تعلق باللہ، اخلاص اللہ اور تقویٰ و احسان ہے۔ اس روح کو پیدا کرنے کی کوشش کیجئے، اور ریاضے، فتنے سے، دانستہ نافرمانی سے بچئے۔ ان ساری چیزوں کا محاسبہ کرنے کے لئے آپ کا اپنا نفس موجود ہے۔ وہ خود ہی آپ کو بتا سکے گا کہ آپ کی نمازیں، آپ کے روزے میں، آپ کی زکوٰۃ اور حج میں کس قدر اللہ کی رضا جوئی اور اس کی اطاعت کا جذبہ موجود ہے، اور ان عبادتوں کو آپ نے فتنہ و معصیت اور ریاضے سے کس حد تک پاک رکھا ہے۔ یہ محاسبہ اگر آپ خود کرتے رہیں تو انشاء اللہ آپ کی عبادتیں بتدریج خالص ہوتی جائیں گی اور جتنی جتنی وہ خالص ہوں گی آپ کا نفس مطمئن ہوتا جائے گا۔ ابتداءً جو نقصان محسوس ہوں ان کا نتیجہ یہ نہ ہونا چاہئے کہ آپ یا یوس ہو کر عبادت چھوڑ دیں، بلکہ یہ ہونا چاہئے کہ آپ اخلاص کی پیہم کوشش کرتے جائیں۔ خبردار رہئے کہ عبادت میں نقص کا احساس پیدا ہونے سے جو مایوسی کا جذبہ ابھرتا ہے اسے دراصل شیطان اچھارتا ہے اور اس لئے اصرار کرتا ہے کہ آپ عبادت سے باز آجائیں۔ یہ شیطان کا وہ پوشیدہ حربہ ہے جس سے وہ طالبینِ خیر کو دھوکا دینے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن ان سب کوششوں کے باوجود یہ معلوم کرنا بہر حال کسی انسان کے امکان میں نہیں ہے کہ اس کی عبادت کو قبولیت کا درجہ حاصل ہو رہا ہے یا نہیں۔ اس کو جاننا اور اس کا فیصلہ کرنا صرف اس ہستی کا کام ہے جس کی عبادت آپ کر رہے ہیں اور جو ہماری آپ کی عبادتوں کے قبول کرنے یا نہ کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ ہر وقت اس کے غضب سے ڈرتے رہئے اور اس کے فضل کے امیدوار رہئے۔ مومن کا مقام بین الخوف والرجاء ہے۔ خوف اس کو مجبور کرتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ بہترین بندگی بجالانے کی کوشش کرے اور یہ توقع اس کی ڈھارس بندھاتی ہے کہ اس کا رب کسی کا جوضائع کرنے والا نہیں ہے۔

(۲) توجہ اور حضورِ قلب کی کمی نمازیں نقص ضرور پیدا کرتی ہے، لیکن فرق ہے اُس بے توجہی میں جو دانستہ ہو اور اس میں جو دانستہ ہو۔ نادانستہ پر مواخذہ نہیں ہے بشرطیکہ انسان کو دورانِ نمازیں جب کبھی اپنی بے توجہی کا احساس ہو جائے اسی وقت وہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش کرے اور اس معاملے میں غفلت سے کام نہ لے۔ رہی دانستہ بے توجہی، بے دلی کے ساتھ نماز پڑھنا اور نمازیں قصداً دوسری باتیں سوچنا، تو بلاشبہ یہ نازک بیکار کر دینے والی چیز ہے۔ عربی زبان سے ناواقفیت کی بنا پر جو بے حضور مکی کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اُس کی تلافی جس حد تک ممکن ہو

نماز کے اذکار کا مفہوم ذہن نشین کرنے سے کر لیجئے۔ اس کے بعد جو کئی رو جائے اس پر آپ عند اللہ راخوذ نہیں ہیں، کیونکہ آپ حکیم خدا و رسول کی تعمیل کر رہے ہیں۔ اس بے حضوری پر آپ سے اگر مواخذہ ہو سکتا تھا تو اس صورت میں جب کہ خدا اور رسول نے آپ کو اپنی زبان میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہو تی اور پھر آپ عربی میں نماز پڑھتے۔ (۳) آپ کا قیصر سوال واضح نہیں ہے۔ اگر کسی کی غربت و بے کسی پر رحم کھا کر آپ صرف اللہ واسطے اس کی مدد کریں تو یہ فعل ظاہر ہے کہ خالص رضائے الہی کے حصول کے لئے ہو گا، اس کے شرک ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ اور اس سے میرے قول کی نفی کیسے لازم آتی ہے؟ اس کی ابتدائی محرک آپ کی رقت ہی تھی، مگر رقت قلب کی تحریک پر جو کام آپ نے کیا وہ تو اللہ کا پسندیدہ کام ہی کیا اور اس غرض کے لئے کیا کہ اللہ اسے بسند فرمائے۔ اسی طرح اگر آپ اپنی قوم کی کوئی خدمت اس طریقے سے کریں جو اللہ کا پسندیدہ طریقہ ہو، اور اس غرض کے لئے کریں کہ اللہ اس خدمت سے خوش ہو تو یہ عین عبادت ہے۔ میں جس چیز کا مخالف ہوں وہ تو یہ ہے کہ قوم کی خاطر وہ کام کیے جائیں جو اللہ کو پسند نہیں ہیں اور ایسے طریقے سے کئے جائیں جو اللہ کی بتائی ہوئی راہ کے خلاف ہیں۔

(۴) آپ کا یہ سوال ان اہم مسائل میں سے ہے جن کی بنا پر ہم موجودہ ناپاک ماحول کے خلاف اجتماعی جدوجہد کی ضرورت پر ہر رسول سے زور دے رہے ہیں۔ بلاشبہ آج کل کے ماحول نے افراد کے لئے پاکباز رہنے کو سخت مشکل بنا دیا ہے۔ لیکن اس کا حل یہ نہیں ہے کہ اس ماحول کی خرابی کو حیلہ بنا کر افراد اپنے لئے اخلاقی بے قیدی کے جواز کی راہ نکالنے لگیں۔ بلکہ اس کا صحیح حل یہ ہے کہ اس ماحول کی ناپاکی کا جتنا زیادہ شدید احساس آپ کے اندر پیدا ہو اسی قدر زیادہ شدت کے ساتھ آپ اسے بدلنے کی جدوجہد میں حصہ لیں۔ رہیں وہ مشکلات جو اس جدوجہد کے دوران میں ایک نوجوان کو اس ناپاک ماحول کے اندر پیش آتی ہیں، تو ان کا علاج یہ ہے کہ جن ہیجان خیز چیزوں سے آپ بچ سکتے ہوں ان سے بچئے، مثلاً سنیما، فحش تصویریں، فحش لٹریچر، مخلوط سوسائٹی، بے پردہ عورتوں کو دانستہ گھورنا، یا ان کی صحبت میں بیٹھنا۔ اس کے بعد جو اضطرابی محرکات باقی رہ جاتے ہیں وہ اتنے زیادہ اشتعال انگیز نہیں رہتے کہ آپ ان کی وجہ سے بندش تقویٰ کو توڑنے پر مجبور ہو جائیں۔ آپ کے ڈاکٹر دوست، اور جن ماہرین نفسیات کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔ دراصل اس بات سے ناواقف ہیں کہ زنا انسانی تمدن و اخلاق کے لئے کس قدر شدید مفسد و مخرب چیز ہے۔ اگر وہ اس چیز کی برائیوں سے واقف ہوں تو کسی انسان

یہ مشورہ نہ دیو کہ وہ محض اپنے نفس کی تسکین کے لئے سوسائٹی کے خلاف اتنے سخت جرم کا ارتکاب کر گزرے۔ کیا یہ لوگ کسی شخص کو یہ مشورہ دینے کی جرأت کریں گے کہ جب کسی کے خلاف اس کا جذبہ انتقام ناقابل برداشت ہو جائے تو وہ اسے قتل کر دے، اور جب کسی چیز کے حاصل کرنے کی خواہش اسے بہت ستائے تو وہ چوری کر ڈالے؟ اگر ایسے مشورے دینا وہ ناجائز سمجھتے ہیں تو جذبہ شہوت کی تسکین کے لئے وہ زنا کا مشورہ دینے کی جرأت کیسے کرتے ہیں۔ حالانکہ زنا کسی طرح بھی قتل اور چوری سے کم جرم نہیں ہے۔ آپ اس جرم کی شدت کو سمجھنے کے لئے ایک مرتبہ پھر میری کتاب پر ردہ کے وہ حصے پڑھئے جن میں میں نے زنا کے اجتماعی نقصانات پر بحث کی ہے۔ (۱-م)

۱۹۴۷ء کے فساد اور اموالِ متروکہ کا حکم وغیرہ

سوال:

- (۱) موجودہ پاکستان دارالحرب ہے یا دارالاسلام؟
- (۲) ۱۹۴۷ء میں جو ہندو مسلم فساد پاکستان میں ہوا اس میں ہندوؤں کے اموال مسلمانوں پر حلال تھے یا حرام؟ اور ان کے قتل کا اس صورت میں مواخذہ قیامت میں ہوگا یا نہ جب کہ انہوں نے کوئی پیش دستا نہ کی ہو؟
- (۳) ہندوؤں کے اموالِ متروکہ جو اب موجود ہیں وہ کس کی ملکیت شمار ہوں گے، نیران اموال کا کوئی حصہ ایک مسلمان اپنے تصرف میں لائے تو اس کے لئے از روئے شریعت کیا حکم ہے؟
- (۴) اگر حکومت پاکستان کا کوئی سرکاری ملازم اپنی ڈیوٹی کے اوقات میں بغیر اجازت افسران کچھ وقت مسجد کی مرمت میں صرف کرے تو کیا یہ جائز ہے؟

جواب:

ان سوالات کے جواب میں فتویٰ دینا تو کسی مفتی کا کام ہے۔ آپ پاکستان کے صاحب فتویٰ علمائیں سے